اسلام کا قانون زراعت

مولانا عزت اللہ وزیر

فاضل جامعہ بنوری ٹاون کراچی

المتخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

تاریخی پس منظر:

زراعت کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

زراعت عربی زبان کے مصدر "الزرع" سے مأخوذ ہے جس کے معنی کھیتی باڑی کرنا کے ہے (مصباح اللغات مرتبہ ابو الفضل عبدالحفیظ بلیاری دہلی ص ۲۱۳، مکتبہ رہان) لسان العرب میں ابن منظور نے اس کے معانی میں زرع الحب (بیج کا بونا) نبات کل شیئ یحرث (ہر اس چیز کا اگانا جسے کاشت کیا جاسکے) طرح البذر (تخم ریزی یا بیج کا پھینکنا) الانبات (اگانا) اور ھی الارض التی تذرع (وہ زمین جس میں کاشت کی جائے) گنوائے ہیں۔ (ابن منظور محمد بن جلال الدین، لسان العرب ج ۱۰ ص ۳ مکتبہ المیریہ مصر محمد مرتضیٰ حسین نے تاج العروس میں مذکورہ معانی کے علاوہ "ولد" (جنم دینا) کو بھی شامل کیا ہے۔

"بطرس بستانی" نے دائرۃ المعارف میں زراعت کے لغوی واصطلاحی معانی کی ان الفاظ میں وضاحت کی ہے:۔

"الزراعت اللغة الزرع وحرفة الزرع وهی من حراثة الارض والستخراج المحاصر الازمه منها لقيام الهدنية: (البستانی بطر دائرۃ المعارف ج ۹ ص ۱۹۹ بیروت دار المعرفه) یعنی زراعت سے نکلا ہے اور اس سے مراد پیشہ کاشتکاری ہے یہ ایک فن ہے جس کے ذریعہ زمین میں کھیتی کر کے حیات انسانی کی بقاء کیلئے ضروری لوازمات کو حاصل کیا جاتا ہے۔

انسانی تمدن کی ترقی نے زراعت کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ آج پیشہ زراعت صرف فرد یا خاندان کی کفالت کا ذمہ دار نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر پورے عالم انسان کی تہذیب وتمدن میں انقلابی تنوع پیدا کرنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ زراعت کا دائرہ کار کاشتکاری سے نکل کر متعدد علوم تک پھیل چکا ہے۔ علم زرخیزی زمین، پودوں اور جانوروں کی نسل کشی، باغبانی، آلات کشاورزی کی بہتری، ضرررساں بیماریوں کا تدارک، حیوانات اور فصلات کی فروخت کاری، زرعی محاصلات وقرضہ جات کا نظام اور ان سے متعلقہ قوانین کا علم جیسے کئی متعدد متنوع موضوعات آج اس کے مطالعہ میں شامل ہیں۔ اس لئے اب ذراعت ایک بہت بڑے معاشی ومعاشرتی نظام کی صورت میں حکومت وسیاست کا بہت بڑا عنصر بن چکا ہے جس کی وجہ سے اس کا مطالعہ اپنے مکمل تاریخی، تعلیمی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی پس منظر میں بہت ضروری ہے۔

افزائش نسل انسانی اور زراعت:۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انسان نے جب سے اس زمین پر قدم رکھا ہے اسے اپنی بقاء کیلئے خوراک کی ضرورت رہی ہے، زمین پر خودرو "جو" اور جنگلی شکار جب اس کی ضرورت نہ پوری کر سکے تو اسے خود غلہ اگانے اور بھیڑ بکریاں اور دیگر جانوروں کو پالنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

کتاب مقدس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل سب سے پہلے کاشتکار اور ھابیل سب سے پہلے چرواہے تھے۔ قابیل نے کاشتکاری کا پیشہ اختیار کیا اور ھابیل نے بھیڑ بکریاں پالنا شروع کی، (محمد تقی امینی اسلام کا زرعی نظام ملتان مکتبہ امدادیہ ص ۱۵۵)، (کتاب مقدس باب پیدائش ج۴ ص۳ مطبوعہ امریکی مشن لودیانہ بحوالہ اسلام کا قانون اراضی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب) بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیج بونے کا عمل سب سے پہلے عورتوں نے شروع کیا جو مردوں کے گھروں سے شکار کیلئے نکل جانے کے بعد موجود پودوں کا بیج جمع کرتیں اور اپنی رہائش گاہوں کے قریب قریب کی زمینوں میں اس بیج کو کاشت کرتیں۔

(اسلام کا زرعی نظام مولانا محمد تقی امینی ص نمبر ۱۵۵ سنہ ۱۹۵۴) اثار قدیمہ کے ماہرین کے اندازہ کے مطابق زمانہ ابتداء میں صرف جنگلی گھاس، گندم اور "جو" کے پودے تھے۔ جن کے بیج جمع کر کے اس دور کے لوگ زمین کو لکڑیوں اور نوکیلے پتھروں سے کھود کر بودیتے اور اس دور کی یہی ابتدائی زراعت تھی۔ مصر میں عصیری اور ریس دو بادشاہوں نے اسے ترقی دی۔ جنگلی گھاسوں کو باقاعدہ فصلوں کی صورت میں کیاریاں بنا کر کاشت کرنے کا رواج دیا۔ بارش اور نشیبی علاقوں میں جمع شدہ پانی ان کی آبپاشی کیلئے کام میں لایا جاتا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے طوفانوں کے بعد دنیائے عالم ایک بار پھر آباد ہوئی تو زراعت کا سلسلہ ازسرنو شروع ہوا۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کے مطابق عراق اور مصر زراعت کا اولین علاقہ ہے۔ ۵۰۰۰ قبل مسیح سے پہلے موجود یورپی علاقہ زیادہ تر برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شمالی افریقہ کا علاقہ بھی زیر برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ کیونکہ یہ علاقہ بحر ظلمات سے چلنے والی جنوب مغربی ہواؤں کے زیر بار تھا۔ ۵۰۰۰ ہزار قبل مسیح کے بعد ان علاقوں سے برفانی تسلط آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا اور یہاں پر بھی جنگلی پودوں اور جانوروں کی زندگی کے اثار پہنچے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف بیرٹانیکا بحوالہ اسلام کا قانون اراضی مصنف نصرت علی اثیر ص ۱۲)

اس دور میں گندم کی کاشت بڑے اہتمام کے ساتھ ہوتی تھی اور اسے غاروں میں باقاعدہ ذخیرہ کر کے رکھا جاتا۔ مویشی پالے جانے اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بڑے عام تھے۔ انسانی تہذیب وتمدن کی ابتدائی تاریخ کے پتھری دور میں فیوم (Fayum) طاشنز (Tasians) اور میریمڈین (Merimdians) قبائل کی مساعی بھی قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ مصر، شام، میوپوٹیما اور سندھ کے ساحلوں پر آباد تھے۔ اور ان کا گزر فارس، بلوچستان اور ترکستان تک کے علاقوں تک رہتا تھا۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کو ان کے بنے ہوئے پتھر کے کلہاڑوں کے کئی آثار ملے ہیں۔ جونیل اور مصر وسطی کے علاقوں میں موجود تھے۔ شکاران کا زراعت کے علاوہ گزر بسر کا

دوسرا بڑا ذریعہ تھا۔اس دور میں لوہے کے آثار نہیں ملے ان کے بعد بیدار ینز (Bedrians) قبائل کی تہذیب پروان چڑھی جنہوں نے مل جل کر قبائل کی صورت میں اجتماعی آبادی تشکیل دی اور اس طرح چھوٹے چھوٹے گاؤں وجود میں آگئے۔ان کا ایک سردار ہوتا تھا جو قبیلہ کے اجتماعی مفادات کا نگران اور فیصل شمار ہوتا۔یہ ابتدائی دور کی پہلی حکومتی زندگی تھی۔اس دور میں یاداشت اور پیغامات کی ترسیل کے لئے مختلف نشانات اور اشارات کو استعمال میں لاکر ابتدائی لکھائی کا رواج دیا گیا۔

بیدار نیز کے بعد ریژن تہذیب نے جنم لیا۔ان کے دور میں شکار کا سلسلہ روزگار کم اور زراعت زیادہ اہم ہوگئی۔اسی دور میں مصری کیلنڈر کو زراعت کی ضرورت کے مطابق رواج دیا گیا۔جس کے مطابق دریائے نیل کے بہنے اور بند ہونے کا پیشگی پتہ چل جاتا تھا۔اس دور میں زراعت کو خاص ترقی ہوئی۔باقاعدہ طور پر فصلات کو کاشت کیا جاتا اور پکنے کے بعد انہیں کاٹ کر ذخیرہ کیا جاتا۔ پہیہ ایجاد ہو چکا تھا۔جس کو کام میں لاکر برتن بنائے جاتے تھے۔

نقش ونگاری اور لکھنے کا خف اس دور میں خاص پروان چڑھازمین کی کاشت ابتدائی دور میں لکڑیاں ، ہڈیانو کے لیے پتھروں کی عدد سے کھود کر کی جاتی۔تین ہزار قبل مسیح میں نوکیلے ہتھیار ابتدائی ''ہل'' کی صورت اختیار کر گئے جسے ادمی رسیوں کی مدد سے کھینچتے۔بعد میں کھینچنے کا کام جانوروں سے لیا جانے لگا۔اسی دور میں یہ ہل سائپرس (Cyprus) اور یونان سے مغرب ہندوستان اور مشرقی علاقوں میں رواج پذیر ہوا۔ایک ہزار قبل مسیح میں زمین کو چھوٹے چھوٹے قطعوں کی صورت میں کاشت کرنے کا رواج یورپ سے شروع ہوا۔(Plough and plastre بحوالہ اسلام کا قانون اراضی مصنف نصرت علی اثیر ص۱۲/۱۳)

انسان اپنی خوراک کیلئے سب سے پہلے گوشت سے زیادہ مانوس ہو جس کی وجہ سے اس کی ابتدائی زندگی میں شکار کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔وہی فرد بہادر اور جوان شمار ہوتا جو زیادہ جانور شکار کرتا اور بعد میں جب گندم اور جو کی روٹی انسان کے منہ لگی تو شکار کی صراف رغبت کم اور کاشت کی طرف زیادہ توجہ دیجانے لگی۔گندم کی پیداوار بڑھانے ، نئے نئے پھلدار پودوں کی تلاش اور کاشت کا بڑا زور ہوگیا۔طریق کاشت بدلے جانے لگے۔زمین کی ہمواری اور زرخیزی کو بڑھانے اور قائم رکھنے کے نئے نئے پہلو تخلیق ہونے لگی۔

اسی ذوق جدت وتنوع نے ہل کو ایجاد کیا۔زمین کو قطعات کی صورت میں کاشت کرنے کا رواج عام ہوگیا۔فصلات کے بیج محفوظ کئے جانے لگے اور نئی نئی فصلیں وجود میں آنے لگی یہ تجربہ اور ایجاد کی طویل زندگی انیسوی صدی میں رنگ لائیں جب زراعت کو باقاعدہ روایات واقعات سے آگے بڑھا کر ایک وسیع علم کی صورت دی گئی۔کسانوں اور کاشتکاروں کو باقاعدہ تربیت دی جانے لگی اور زراعت سے متعلقہ جملہ پہلوؤں پر تربیت یافتہ افراد کو زراعت کی ترقی وترویج کیلئے تحقیقی اداروں کی صورت میں منظم صورت میں کام کرنے پر مامور کیا گیا۔(اسلام کا قانون اراضی مصنف نصرت علی اثیر ص (۱۴)

مذاہب قدیمہ میں زراعت کا تصور:۔

عالمی مذاہب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مظاہر فطرت میں سے فصلات اور جانور انسانی زندگی سے بہت حد تک متعلق

رہے ہیں۔مثلاً زونی قوم کا عقیدہ تھا کہ زمین سب کی ماں ہے جس طرح ماں دودھ پلاتی ہے اسی طرح زمین انسانوں کیلئے پانی مہیا کرتی ہے۔صحرائی پیداوار جسم زمین کا گوشت ہے جو غذا کا کام دیتا ہے۔کلاماتھ کے وحشی کہتے کہ زمین ماں ہے جو کہ اپنے بچوں یعنی انسانوں کو غلہ اور پھل وغیرہ کی صورت میں بڑے بڑے انعام دیا کرتی ہے۔جھلیں اس کی آنکھیں اور پہاڑیاں اس کا سینہ ہیں جن سے نہروں اور دریاؤں کی صورت میں دودھ جاری رہتا ہے۔

۳۴۰۰ قبل مسیح میں یونان کے اندر کریٹ تہذیب کے آثار ملتے ہیں۔ان کے عقائد میں پانچ دیویوں کی پرستش تھی

۱۔پہاڑ کی دیوی ۲۔درختوں کی دیوی ۳۔فاختہ کی دیوی
۴۔جنگلی جانوروں کی دیوی ۵۔پانی کا دیوتا

بعض لوگ مظاہر پرست تھے۔ان کے زرعی مشاغل میں ان کے عقائد کے مطابق مذکورہ بالا دیویوں کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔بیل انکے ہاں مقدس جانور تھا ہندوستانی آریہ لوگ اسی تہذیب سے متاثر تھے۔ریل یونان بعد کئی دیوتاؤں کے پرستار ہو گئے۔جن میں معبود اعلیٰ "زیوس" سمندروی معبود، اولمپیانی معبود، قبائلی، خانگی معبود کئی کئی دیوتاؤں میں "اپالو" یعنی گلوں کا دیوتا) ہیڈ یعنی تحت اراض کا دیوتا، ڈلمیٹر یعنی اناج کی دیوی، "گتے" یعنی زمین دیوی، یورانس یعنی زمین کا شوہر اور ہرقیس گھی کی حفاظت کا دیوتا وغیرہ اس قوم کی زرعی زندگی سے گہری وابستگی کا آئینہ دار ہیں۔

زراعت اور طلوع اسلام:۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ نسل انسانی کے ارتقاء میں زراعت روز اول سے کسی نہ کسی شکل میں داخل رہی ہے اور ہر دور کے لوگوں کے عقائد و مذاہب میں اس پیشہ کے لوازمات اور اطوار کو ملحوظ رکھا گیا ہے پیشہ والہامی مذاہب کی تعلیمات سے عوام الناس کی روگردانی کے نتیجے میں جب ویسا ایک بار پھر ظلم وتعدی اور پیشہ والہامی مذاہب اور جہالت کے دھانے پر کھڑی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔**واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فألّف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمته اخوانا وکنتم علی شفا حفرة من النار فأنقذکم منها.** **(القرآن سورۃ آل عمران پارہ نمبر ۳ آیت نمبر ۱۰۳)**

ترجمہ:اور یاد کرو خدا کی اس مہربانی کو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔اور تم آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے کہ اس نے تمہیں بچالیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے عرب کے خطہ میں اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے دین حنیف اسلام کے ساتھ مبعوث دینے پر فائز کیا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے: **ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین:۔** **(القرآن سورۃ الجمعه آیت ۲)**

ترجمہ:۔وہ ذات جس نے (عربوں کی) امی قوم میں انہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کے دلوں کو (عقائد شرک سے) پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

بعثت اسلام کے وقت دنیائے عالم تمدنی اعتبار سے خاصی ترقی کر چکی تھی لیکن باہمی جنگ وجدل، وحشت و بربریت، باہمی ظلم وتعدی اور لوٹ مار کی وجہ سے ہر ملک اور ہر معاشرہ میں احترام آدمیت ختم ہو چکا تھا، اللہ کی سرزمین سے انسان کو ہر قسم نعمت مل رہی تھی فصلات، باغات اور معدنیات سے کئی معاشرے اور ممالک سیراب تھے۔ ایران، روم، چین اور ہندوستان کی حکومتیں بعثت نبوی ﷺ کے وقت خاصی معروف تھیں۔ خطہ عرب کے لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ تھے اوران کی تجارت نہایت ہی قدیمہ اور عالمگیر تھی۔

ڈاکٹر گستان ولی بان کے بیان کے مطابق عربوں کی تجارت کی انتہائی ربع مسکون تک پہنچ گئی تھی۔ چین کے مشرقی سواحل اور مجمع الجزائر سے لیکر جبل الطارق تک عربی تجار کے جہازوں کا بڑا بغرض تجارت پھرا کرتا تھا۔ افریقہ، ایران، ہندوستان، ترکستان، روس اور اشیائے کوچک وغیرہ کی سرزمین ان کے تجارتی قافلوں کی جولان گاہ تھی۔ (تمدن عرب از گستان ولی لبنان۔ ترجمہ سید علی بلگرامی مطبوعہ رفاہ عام اگرہ ص ۸۵)

زرعی اصلاحات عہد نبوی میں:۔

نبی آخر الزمان اور داعی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن گلہ بانی، جوانی کے ابتدائی سال تجارت اور باقی عمر وادیٔ جراف کی زراعت اور دین اسلام کی اشاعتی سرگرمیوں میں گزری۔ مکی زندگی کے دوران آپ کو مکہ کے تجارتی معاشرے اور مدنی زندگی کے دوران وہاں کے زرعی معاشرے کو بخوبی دیکھنے کا موقع ملا۔ جملہ معاشرے مذہبی طور پر بانجھ ہوجانے کی وجہ سے اخلاقی اقدار کے انحطاط کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے، دینداری ظاہر رکھ رکھاؤ۔ غرور وتکبر عیش پسندی، قبائلی تعصب کینہ پروری اور خصومت پسندی کے جراثیم معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خداوند تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کی روشنی میں مختلف طریقوں اور جہتوں سے اس معاشرے کا علاج شروع کیا جس سے لابدی طور پر پیشہ زراعت کو بڑی حد تک عزت، وقار اور شہرت ملی۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب ''نبی رحمت'' کے اختتام پر بعثت محمدیہ کی برکات کا عالمی جائزہ درجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

آپ کی بعثت کے بعد دنیا کی رت بدل گئی انسانوں کے مزاج بدل گئے اور ایک نئی دھن (خدا کو راضی کرنے اور خدا کی مخلوق کو خدا سے ملانے اور اس کو نفع پہنچانے کی لگ گئی۔ جس طرح کہ بہار یا برسات کے موسم میں زمین کی روئیدگی بڑھ جاتی ہے۔ سوکھی ٹہنیوں اور پتوں میں شادابی و ہریالی پیدا ہو جاتی ہے۔ نئی نئی کونپلیں نکلنے لگتی ہیں اور در و دیوار پر سبزہ اگنے لگتا ہے۔ اسی طرح بعثت محمدی کے بعد قلوب میں نئی حرارت، دماغوں میں نیا جذبہ اور سروں میں سودا سما گیا۔ کروڑوں انسان اپنی حقیقی منزل مقصود کی تلاش میں اس پر پہنچنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانیت صدیوں کے نیند سوتے سوتے بیدار ہوگئی۔ تاریخ وتذکرے کی کتابیں پڑھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا طلبی اور خدا شناسی کے سوا کوئی کام بھی نہ تھا شہر شہر قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں بڑی تعداد میں ایسے خدامت عالی ہمت، عارف کامل، داعی حق اور خادم خلق انسان دوست اور ایثار پیشہ انسان نظر آتا ہیں جن پر فرشتے بھی رشک کریں، انہوں نے دلوں کی سرد آنگھٹیاں گرما دیں۔ عشق الٰہی کا شعلہ بھڑکا دیا۔ علوم وفنون کے دریا بہادئے۔ علم ومعرفت اور محبت کی جوت لگا دیا، جہالت

درشت، ظلم وعداوت سے نفرت پیدا کردی۔ مساوات کا سبق پڑھایا۔ دکھوں سے مارے اور سماج کے ستائے ہوئے انسانوں کو گلے لگایا پس معلوم ہوتا ہے کہ بارش کی قطروں کی طرح ہر چپہ زمین پران کا نزول ہوا اوراس کا شمار ناممکن ہے۔

(سید ابوالحسن علی ندوی ''نبی رحمت'' مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی ص ۲۸)

فضلیت زراعت کا اجاگر کرنا:۔

بعثت نبوی سے پہلے زراعت کمین کاروں اور غلاموں کا وطیفہ زندگی سمجھا جاتا تھا۔ تمام زمیندار اور جاگیردار زرعی مشاغل سے گریزپا اور آزاد تھے۔ ان کی جاگیریں اور زمینیں غریب کاشتکاروں اور غلاموں کے حوالہ تھیں۔

حضور اکرم ﷺ نے غریب کاشتکاروں کی جانکاہ محنت اور زمیندار کے حقوق وفرائض کو پیش نظر رکھتے ہوئے دور مدنی میں نظام زراعت میں عروج مظالم کو ختم کر کے ایک منصفانہ زرعی نظام کی داغ بیل ڈالی۔ مملکت زمین، زراعت مساقانہ اور زرعی لگانوں میں انقلابی تبدیلیاں کیں۔ جس سے ہر طبقہ فکر میں پیشہ زراعت کی قدرو قیمت اور عظمت یا طوراجاگر ہوئی کہ زراعت ہی کو افضل واعلی پیشہ سمجھا جانے لگا۔ حضور اکرم ﷺ کی وادی ''جرف'' میں کاشتکاری نے اس پیشہ کی عظمت کو اور چار چاند لگائے۔ قرآن کریم میں زرعی مظاہر خداوندقدس کی قدرت کاملہ اور شان ربوبیت کے لئے بطور دلیل بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات نے پیشہ کاشتکاری وشجرکاری کو دین دنیا کا سب سے اہم منافع بخش اور باوقار کاروبار بنادیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے افزائش نباتات وحیوانات کو اپنی قدرت کا نشان بنا کر پیش کیا۔ ارشاد ہے: **فلینظر الانسان الی طعامه انا صببنا الماء صبًّا . ثمّ شققنا الارض شقّا فانبتنا فیها حبًّا وعنبًا وقضبًا وزیتونًا ونخلا وحدائق غلبًا وفاکهة وابًّا متاعا لّکم ولأنعامکم** (القرآن سورة عبس آیة ۳۴)

یعنی انسان اپنی غذاء پر نظر ڈالے ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں پھراس کی سطح مشق کرتے ہیں پھراس کی روئیدگی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کردیتے ہیں۔ اناج کے دانے انگور کی بیلیں، سبزی ترکاری، زیتون کا تیل، کھجور کے خوشے، درختوں کے جھنڈ قسم قسم کے میوے طرح طرح کے چارے اور یہ سب کچھ تمہارے فائدے اور تمہارے جانوروں کے لئے ہوتا ہے۔

بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کا زمین پر خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے اسلئے اسے مالک حقیقی کے اخلاق واطوار کو ہی اپنانا ضروری ہے مخلوق خدا کی پرورش اور پرداخت اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکر گزاری کا افضل ترین طریقہ ہے، اس لئے جو بھی اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والی نعمتوں کو اس کی رضامندی پر خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی شرح اور کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کو اللہ تعالیٰ ایک مثال کے ذریعے یوں بیان کیا: **مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضٰعف لمن یشاء والله واسع علیم.** (القرآن سورة البقرة: آیت ۲۶۱)

آیات بالا سے چند لطیف اشارے ایسے بھی ملتے ہیں جن سے زرعی مصالح کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ پہلا اشارہ یہ ہے کہ زراعت سراسر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم اور فضل وکرم پر مبنی ہے۔ دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی پیداوار عام

حالات میں بھی سات سوگنا تک بڑھ جاتی ہے۔اور تیسرا اشارہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم کی وسعت اور علم وحکمت کی لامتناہی بلندیوں کی وجہ سے پیداوار کے اس اضافے کو اور جس قدر چاہے بڑھا بھی سکتا ہے ان اشاروں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے یہ پیشہ خیروبرکت کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ ایک دفعہ ام مبشر انصاریہ کے کھجور کے باغات میں تشریف لے گئے۔اور آپ نے استفسار کیا کہ ان کھجوروں کو کس نے پالا ہے؟ کیا وہ کافر ہے یا مسلمان ہے؟ تو ام مبشر انصاریہ نے جواب دیا کہ مسلمان نے پالا ہے۔تو آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ کوئی مسلمان جب بھی کوئی درخت پالتا ہے یا کاشت کاری کرتا ہے تو اس سے جو کچھ کھایا جاتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔جو کچھ چوری ہوجاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے۔جو کچھ چرند پرند کھا جاتے ہیں وہ بھی اسکا صدقہ ہوتا ہے اور کچھ کوئی اس سے اڑا لے جاتا ہے وہ بھی اسکا صدقہ بن جاتا ہے۔(صحیح مسلم ج ۲/ص ۱۵ دہلی مطبع اصح المطابع)

ایک دوسری روایت میں مسلمان کی پھل دار شجر کاری کو تا قیامت اس کیلئے صدقہ جاریہ قرار دیا گیا ہے صحیح بخاری میں کتاب الزراعت کے باب میں حدیث وارد ہے: **فلایغرس مسلم غرساً فیاکل منہ انسان ولا دابۃ ولا طیر الا کان لہ صدقۃ الی یوم القیامۃ** (صحیح بخاری باب الزرع ج۲/ص۲۹ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

یعنی جو بھی مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے اور اسکا پھل کوئی انسان چوپایہ یا پرند نہیں کھاتا مگر وہ اس مسلمان کے لئے قیامت تک کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔

ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے زراعت اور معدنیات کی تلاش کی طرف رغبت دلاتے ہوتے فرمایا: **اطلبوا الرزق ولو فی خبایا الارض** (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر لعلامہ مناوی ج ۱ ص ۵۴۲ مکتبۃ التجاریہ مصر)

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مروی ہے۔ **عمروا بلادی فعاش عبادی**۔یعنی میری بستیوں کو آباد کروتا کہ میرے بندے اس میں زندگی بسر کریں۔معجم طبرانی میں حضرت سمرۃ سے ایک روایت مروی ہے۔کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

ما من إمرئ یحییٰ ارضا فیشرب منھا کبد حواء او یصیب منھا عافیۃ الا کتب اللہ تعالیٰ لہ بہ اجراً (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر علامہ مناوی ج۵ ص ۴۷۱ مکتبہ التجاریہ مصر)

یعنی جو کسی بھی زمین کو آباد کرتا ہے اور اس سے حیوانات پانی پیتے، آرام وسکون پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے اجر دیتا ہے۔

تخم کشی اور زرعی تحقیق:۔

عہد نبوی ﷺ کے آلات کشاورزی روایتی اور طریق کاشت انتہائی پس ماندہ تھے۔لوگ کسی قسم کی تبدیلی اور تجدید کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔اس بناء پر آپ ﷺ نے ایک دفعہ ایک آلہ کشاورزی کو دیکھ کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس گھر میں یہ ہوگا ذلت اس کا مقدر رہے گی۔ (صحیح بخاری: ج:۳: ص ۱۴۱)

آپ ﷺ نے اس پیشہ کو عظمت دینے کیلئے لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کیا۔لوگوں کے دلوں میں علم وحکمت کی قندیلیں روشن

کیں۔تخلیق کائنات کے اسرار ورموز پر غور فکر کی تحریک پیدا ہوگئی۔فصلوں کا ادل بدل کر کے کاشت کرنا۔پودوں کی پیوند کاری، جانوروں کی نسل کشی،اعلی بیجوں کی پیدائش اور پیداوار کی شرح کو بڑھانے کے لیے کسانوں کو ترغیب وتربیت دی۔صحیح بخاری کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسانوں کو باقاعدہ طور پر زرعی تعلیم دیتے تھے۔اور یہ موجودہ تعلیم بالغان کی بڑی پائیدار صورت تھی۔ یہ کلاسیں ہفت روزہ شش ماہی اور سالانہ وقفوں پر بہتر کاشتکاری کے اصول اور علوم دوسرے لوگوں تک پہنچاتے۔مقامی طور پر نقبہ اس کی نگرانی ہوتی جبکہ مرکزی سطح پر عاملین اس کی سرپرستی کرتے۔(مظفر حسین ایگریکلچرل۔اسلام آباد نیشنل سائنسز کونسل:ص ۱۹۳)

زرعی امداد وقرضے:۔

عہد نبوی مین کسانوں کی مالی حالت پر بڑی توجہ دی گئی تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے وسائل کی کمیابی کا گلہ نہ کرسکیں۔اسی طرح اگر کوئی کاشتکار کام کرنے سے معذور ہوجاتا یا اس کی کھیتی کسی آفت کی وجہ سے برباد ہوجاتی یا کسی دوسری معاشی مصیبت میں مبتلا ہوجاتا تو ان تمام صورتوں میں بیت المال سے اس کی امداد کی جاتی تھی۔اور الات زراعت اور بیج وغیرہ کی فراہمی کے انتظامات میں ہر ممکن سہولت پہنچائی جاتی۔جب کوئی کاشتکار ضعیف ہوجاتا یا کسی جسمانی عارضے کی وجہ سے زراعت کرنے کے قابل نہ رہتا تو اس کا مستقل طور پر بیت المال سے وظیفہ جاری کردیا جاتا۔اس کے ساتھ ساتھ کاشتکاروں کو عشر اور لگان وغیرہ کے محصولات کی ادائیگی میں ہر ممکن ہی اور سہولت دی جاتی۔

حضور اکرم ﷺ نے کاشتکاروں میں تعاون کی داغ بیل ڈالی۔جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ دیہی سطح پر نقبہ تحصیل کی سطح پر عرافہ ڈویژن کی سطح پر ناظرہ اور صوبائی سطح پر عاملہ کی صورت مین معاشرے کے افراد پر مشتمل نگران کمیٹیاں تشکیل دیں۔یہی کمیٹیاں کسانوں کے مسائل اور مشکلات کو حل کرنے کیلئے حکومت سے رابطہ کا کام کرتیں۔حضور اکرم ﷺ نے تحصیل کی سطح پر باہمی تعاون کی صورت میں بنکاری کی بنیاد ڈالی جو کسانوں کی زرعی اعداد کیلئے رقوم اور قرضے مہیا کرتی۔(مولانا تقی امینی،اسلام کا زرعی نظام،ص ۲۶۰)

اصلاح قوانین مزارعت:۔

عہد نبوی سے قبل مزارعت کی مندرجہ ذیل صورتیں مروج تھیں۔

۱۔معاملہ مزارعت کی پہلی یہ تھی کہ ہر معاملہ کرتے وقت زمین کے کسی حصہ کی پیداوار کو متعین کردیا کرتے تھے کہ اس حصہ کچھ پیدا ہوگا وہ صاحب زمین کو ملے گا اور بقیہ حصہ کی پیداوار کاشتکار کو ملے گی۔

۲۔دوسری صورت میں پیداوار کا کچھ حصہ مستثنی کر کے بقیہ پر معاملہ کیا جاتا مثلاً جو کچھ پیدا ہو اس میں سے دو من نکال کر بقیہ پیداوار میں صاحب زمین اور کاشتکار دونوں شریک ہوں گے۔

۳۔تیسری صورت یہ تھی کہ باہمی طور پر طے کرلیا جاتا کہ نہر اور نالیوں کے پاس کی پیداوار صرف صاحب زمین کی ہوگی اور بقیہ پیداوار سے کاشتکار کو حصہ ملتا۔

۴۔ مالک زمین آلات زراعت اور تخم مہیا کرتا اور مزارع صرف محنت کرتا جس کے بعد پیداوار میں سے مالک کو دو تہائی اور مزارع کو ایک تہائی ملتی اور کاشتکار محنت کے ساتھ ساتھ زرعی آلات اور تخم اپنی طرف سے مہیا کرتا تو پھر پیداوار آدھی آدھی طور پر تقسیم ہوتی۔

۵۔ مزارعت کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اپنی کسی ذاتی مجبوری کی وجہ سے جب خود کاشت نہ کر سکتے تو وہ زمین کو بٹائی پر یا کرایہ پر یعنی زمین کا کچھ معاوضہ لیکر کاشت کرنے کی اجازت دے دیتے۔

حضور اکرم ﷺ نے مزارعت کی حوصلہ شکنی کی اور خود کاشتی کی ترغیب دی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

من كانت له ارض فليزرعها فان لم يزرعها فليز رعها أخاه (صحيح بخارى . كتاب المزارعه جلد ا ص ۳۱۵ مطبوعه اصح المطابع دهلى.)

یعنی جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہیے کہ خود کاشت کرے اور اگر خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو اپنے بھائی کو کاشت کے لئے دے دے۔ اور ایک دوسری روایت میں اس سے ذرا مختلف الفاظ میں یہی روایت یوں مذکور ہے۔

من كانت له فضل ارض فليزرعها اوليمنحها اخاه فأن ابى فليمسك ارضه (صحيح بخارى:ج/ا ص ۳۱۵ مطبوعه اصح المطابع دهلى)

یعنی جس کے پاس فاضل زمین ہو اسے چاہیے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو دے دے۔ لیکن اگر وہ نہ دینا چاہے تو پھر اپنی زمین کو روک رکھے۔ اس ممانعت کو ذرا مزید بڑھا کہ حضرت رافع بن خدیج کی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت لیث رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی اصلاحات قوانین مزارعت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وكان الذى نهى عن ذلك ما لو نظر فيه ذو الفهم بالحلال والحرام لو يُمَيِّزُوْهُ لما فيه من الحفاطرة

فیض الباری شرح صحیح بخاری پارہ نہم ص:۸۶ مطبوعہ گلزار محمد لاہور۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صورتوں سے منع کیا تھا وہ ایسی تھیں کہ جن کو کوئی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا اور حلال اور حرام کی تمیز رکھنے والا شخص جائز نہ رکھتا۔ کیونکہ ان میں حق تلفی کا خطرہ تھا۔

عقد مزارعت ائمہ احناف کی نظر میں:۔

مزارعت کے مسئلے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف رہا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کی طرف جتنے بھی اقوال منسوب ہیں اگر ان میں نظر عمیق سے غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ امام ابوحنیفہؒ کا ان اقوال سے مقصد مطلق عدم جواز کا نہیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ کوئی مالک زمین کاشتکاروں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور ان کی محنت کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ نہ کر جائے اسی طرح باہمی تنازعات اور جھگڑوں سے معاشرہ پاک ہو جائے کیونکہ عموماً معاشرے میں جھگڑے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح مالک زمین عزیمت پر عمل کر کے اپنی زمین کسی غریب آدمی کو کاشت کیلئے مفت دے، اس لئے علامہ انور شاہ کشمیری نے حاوی القدس کے حوالہ سے نقل کیا ہے: كَرِهَهُمَا ابو حنيفةؒ وَلَمْ يَنِهْ اشد النهى . (فیض الباری ج/۳ ص:۲۲۵ کتاب المزارعۃ)

مزارعت کی ناجائز اشکال پر حضور اکرم ﷺ کے بعض ارشادات کی وجہ سے مزارعت علماء اسلام میں ایک اختلافی مسئلہ بن کررہ چکی ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ واضح ہے کہ اس کی ناجائز اشکال پر حضورﷺ نے ملامت کی ہے جبکہ جائز اشکال کو جواز بخشا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلامی میں مزارعت کی جائز اشکال صحابہ کرام سے لیکر آج تک مروجہ آرہی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں مزارعت کی اس مختلف فیہ صورت کی مندرجہ ذیل الفاظ میں توجیہ کی ہے۔

''رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے مزارعت سے نہی کے بارے میں جو حدیث نقل کی ہے اس میں راویوں کا اختلاف ہے لیکن یہ امر واقع ہے کہ عہد تابعین کے بڑے جلیل القدر اشخاص کا اس پر عمل تھا۔

یعنی وہ مزارعت پر زمینیں دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں رسول خداﷺ نے خیبر کے ساتھ ان کی زمینوں اور ان کے باغات کے متعلق جو معاملہ فرمایا وہ اس کے جواز کی بیّن دلیل ہے جن احادیث میں مزارعت کی نہی ملتی ہے ان کی توجیہ یہ ہے کہ جو کچھ کسی ندی، نالے کے پیٹ میں کاشت کیا جاتا ہے یا کسی قطعہ معین پر عقد کیا جاتا ہے تو یہ دونوں صورتیں پیداوار موہومہ صورتیں ہیں۔ اس لئے ان سے جھگڑا یا مناقشہ پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے یعنی مقام احسان اس کا مقتضی ہے کہ بجائے اس کے کہ پیداوار کا حصہ کاشتکار سے لیا جائے اس کو کاشت کرنے کی ترغیب دی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس مؤاخر الذکر توجیہ کو پسند فرمایا ہے۔

تیسری توجیہہ اس نہی کی یہ ہے کہ یہ حکم آپ نے مصلحت خاصہ یا یوں کہیئے کہ ہنگامی مصلحت کی بناء پر صادر فرمایا کیونکہ آپﷺ کے عہد میں اس کے متعلق بڑے مناقشات پیدا ہوتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان جھگڑوں کا سدِ باب کرنے کیلئے نہی فرمائی یہ قول زید بن ثابت کا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ترجمہ: مولانا عبدالرحیم صاحب: ص:۵۰۷، قومی کتب خانہ لاہور)

بہر حال صاحبین و دیگر ائمہ احناف کے ہاں مزارعت جائز ہیں چند شرائط کے ساتھ۔

مزارعت (بٹائی پر زمین دینا) کے صحیح ہونے کی اٹھ شرطیں ہیں

پہلی شرط:۔

زمین کا قابل کاشت ہونا، زمین دار بنجر زمین دے کر یہ کہے کہ تم اسے قابل کاشت بناؤ اور پھر اس میں کھیتی کرو جو پیداوار ہوگی بانٹ لیں گے تو یہ صحیح نہیں: ثم المزارعة لصحتها على قول من يجيزها شروط احدها كون الارض صالحة للزراعة لانه لا يَحْصِلُ دونه (هدايه اخيرين ص۴۰۹ ج۴) ويشترط فيه اى فى المزارعة عند من يجوزها (صلاحية الارض للزرع) لان المقصود وهوا لربح لا يَحْصِلُ بدون كونها صالحة للزراعة (مجمع الانهر ج۲،ص۴۹۹ كتاب المزارعة)

دوسری شرط:۔

دونوں کا اہل عقد میں سے ہونا، یعنی عاقل ہونا۔ والثانى ان يكون رب الارض والمزارع من اهل العقد وهو لا يختصّ به لان عقدا ما لا يصح الا من الاهل (ھدایہ اخیرین ص۴۰۹، مجمع الانہر ج۲، ص۴۹۹ کتاب المزارعۃ)

تیسری شرط:۔

زمین دیے جانے کی مدت متعین ہونا کہ اتنے مہینے یا اتنے سالوں کے لئے دی جائی گی۔

والثالث بیان المُدّةِ لانه عقد علی منافع الارض اومنافع العامل والمدّة هی المعیار لها ا لتعلّم (المنافع) بها (ای بـالمدّ ة) (هدایه اخیرین ص ۴۰۹ ویشترط تعین المدة) لتصیر المنافع معلومة کسنة اواکثر فأن ذکروقت لا یتمکّن فیه من الزراعة فهی فاسدة (مجمع الانهر ص۴۹۹ ج ۲ ایضاً)

چوتھی شرط:۔

بیل بیج کون دے گا یہ متعین ہونا چاہئے اوراس کی مختلف صورتیں ہیں بعض جائز بعض ناجائز مثلاً (۱) زمین اوربیج ایک آدمی کا ہواور ہل بیل اور محنت دوسرے آدمی کی ہو، یہ صورت جائز ہے:وهی عِنْدَهُمَا علی اربعة اوجه ، ان کانت الارض والبقر لواحد والبقر والعمل لواحد جازت المزارعة (هدایه اخیرین کتاب المزارعة)

(۲) زمین ایک شخص کی ہواور تمام چیزیں یعنی ہل بیل بیج اور محنت دوسرے آدمی کی ہو یہ صورت بھی جائز ہے:

وان کانت الارض لواحد والعمل والبقر والبذر لواحد جازت(هدایه اخرین)

(۳) زمین ہل بیل اوربیج سب ایک کی ہواور محنت دوسرے کی ہو یہ صورت بھی جائز ہےاور یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ دوسرے شخص کو اپنے یہاں ملازم رکھا:وان کـانـت الارض والبـذر والبـقـر لـواحـد والعمل من الاخر جازت لانه استاجرت للعمل بآلة المستاجر فصار کما استأجر خیاطاً یخیط ثوبه باجرته اوطیّانا لیطین بمره (هدایه اخرین)مجمع الانهر ایضاً ج ۲/ص ۵۰۱، کتاب المزارعة)

(۴)زمین،بیل ایک کا ہو، بیج اور محنت دوسرے کی ہو، ظاہر روایت کے مطابق یہ صورت ناجائز ہے۔وان کـانـت الارض والبقـر لـواحد والبذر والعمل لاخر فهی با طلة هذا لذی ذکره ظاهر الروایة (هدایه اخرین) وان کانت الارض والبقر لاحدهما والبذر والعمل للاخر بطلت) (مجمع الانهر ، ج ۲/ص۵۰۱ ایضاً)

(۵) بیج ایک آدمی کا ہواور زمین، بیل اور محنت دوسری کی ہو یہ صورت بھی ناجائز ہے۔

(۶) بیج اور بیل ایک کا ہو، محنت اورزمین دوسرے کی ہو یہ صورت بھی باطل اورناجائز ہے:۔وهما وجهان اخران لم یذکرهما، احدهـمـا ان یکون البذر لأحدهما والارض والبقر والعمل لآخر وأنه لایجوز لانه شرکة بین البذر والعمل ولم یـرد بـه الشـرع ، والثـانـی ان یـجـمـع بین البذر والبقر بأن یکون البذر لأحدهما والباقی للآخر) وانه لایجوز ایضاً(هدایه اخرین) وکذافی مجمع الانهر ج۲ص۵۰۱ کتاب المزارعة)

صحت مزارعت کی پانچویں شرط:۔

جس کا بیج نہ ہو اس کا حصہ متعین کردیا جائے: والخامس بیان نصیب من لا بذر من قبله لانه یستحقّه عوضاً بالشرط فلا بدّ ان یکون معلوماً ومالا یعلم لایستحق شرطاً (هدایه اخرین ص۴۰۹)

چھٹی شرط:۔

زمین کاشتکار کے حوالہ کردی جائے، خود ساتھ رہ کر کام کرنے کی شرط نہ لگائے: والسادس ان یخلی ربّ الارض بینهما (الارض) وبین العامل حتی لوشرط عمل رب الارض یفسد العقد لفوات التّخلیة (هدایہ اخرین ص۴۰۹)

ساتویں شرط:۔

پیداوار کی تقسیم حصہ کی اعتبار سے طے ہو وزن کے اعتبار سے طے نہ ہو، اسی طرح کسی خاص جگہ کی پیداوار کسی ایک کے لئے متعین نہ ہو یعنی دونوں میں کوئی یہ متعین نہ کرے کہ اتنے من پیداوار میری ہوگی اور باقی جو کچھ بچے گا وہ تمھارا ہوگا بلکہ اس طرح طے کیا جائے کہ دونوں کو نصف نصف ملے گا یا ایک کو ایک تہائی اور دوسرے کو دو تہائی:۔ والسابع الشرکة فی الخارج بعد حصوله لانه ینعقد شرکة فی الانتهاء فما یقطع هذه الشرکة کان مفسدًا للعقد (هدایه اخرین ص ۴۰۹ کتاب المزارعة. وکذافی مجمع الانهر ج ۲ص ۹۰۰ ایضاً

اٹھویں شرط:۔

جو چیز بونا ہو وہ متعین کردے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ زمین کا مالک کسی چیز کی کاشت کو اپنی زمین میں پسند نہ کرتا ہو اور پھر بعد میں اختلاف ہو۔ البتہ اگر مالک زمین مطلقاً اجازت دے دے کہ تم جو چاہو کاشت کرو تو پھر اس کو اختیار ہے کہ جو چیز چاہے بوئے۔

والثامن بیان جنس البذر لیصیر الاجر معلوماً (هدایه اخرین ص ۴۰۹ (عین الهدایه ج ۴ص ۱۰۹) مندرجہ بالا شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے مزارعت کا معاملہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب)